تاریخ دعوت وعزیمت

شیخ الاسلام عزّالدین بن عبدالسلام

ایک عظیم المرتبت دینی شخصیت

عظیم اسلاف ہمارے لیے روشنی کے مینار کی حیثیت رکھتے ہیں۔ زندہ قومیں زندہ تمنائیں پہ
عظیم اسلاف کے عظیم کارناموں کو مشعل راہ ٹھہرا کر زندگانی کی گزرگاہوں سے عظمت رفتہ، عظمت اسلام
کے لیے شب و روز مصروف رکھتی ہیں۔ ہمارے عظیم اسلاف کی زندگی کا ایک ایک لمحہ دین کی سربلندی
اسلام کی عظمت، علوم و معارف کی نشر و اشاعت۔ کتاب و سنت کی تبلیغ، دین حق کے فروغ، دینی
اقدار، دینی اخلاق کی حفاظت اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے وقف رہا۔ زہد و ورع، تقویٰ و تدین،
خلوص للٰہیت۔ راست بازی و صداقت شعاری، خشیت الٰہی اور شب زندہ داری، ذکر و
فکر اور عبادت و ریاضت میں انہماک۔ ہمارے عظیم اسلاف کے عظیم اوصاف ہیں۔ حق گوئی،
بیباکی اور ظلم کے خلاف جرأت و استقامت اسلاف کا خصوصی امتیاز تھا۔ آج کے اس گئے گزرے
دور میں ہمارے عظیم اسلاف کی زندگانی کا ایک ایک لمحہ مادیت زدہ مسلم نوجوانوں کے لیے
رشد و ہدایت کے منبع و سرچشمہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ ہم نے انہی مقاصد کے پیش نظر ترجمان الحدیث
میں تاریخ دعوت و عزیمت کے عنوان سے ایک مستقل عنوان کا آغاز کر دیا ہے۔ ترجمان الحدیث
کے جنوری کے شمارہ میں حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کے حالات، واقعات، سیرت و
اعمال، گفتار و کردار اور دعوت و عزیمت کے لمحات آپ مطالعہ فرما چکے ہیں۔ ترجمان کے
حالیہ شمارہ میں اسی عنوان سے شیخ الاسلام عزالدین بن عبدالسلام کے عنوان سے ایک
تاریخی اور دینی کردار اور ایک عظیم علمی شاہ پارہ پیش خدمت ہے جسے متعدد کتابیں پیش نظر
رکھ کر مرتب کیا گیا ہے۔ آئندہ بھی ان شاء اللہ یہ مستقل عنوان جاری رکھا جائے گا۔

اصحاب علم ارباب قلم اور اہل تحقیق کو اس عنوان سے لکھنے کی ہم دعوت سخن دیتے ہیں۔
ان شاء اللہ ان کے رشحات قلم شکریے کے ساتھ نذر قارئین کیے جائیں گے۔ ادارہ

ارے نادان

میں تو اس بات کا روادار نہیں کہ بادشاہ میرے ہاتھ کو بوسہ دے چہ جائیکہ میں اس کی دست بوسی کروں۔ لوگو! تم کسی اور عالم میں ہو میں کسی اور عالم میں ہوں۔ خدا کا شکر ہے کہ میں اس سے آزاد ہوں جس میں تم گرفتار ہو"۔

یہ تھے وہ الفاظ جو ایک قیدی نے سلطانِ وقت کے بھیجے ہوئے قاصد سے کہے۔ یہ قاصد نہایت معزز و محترم اور مقربِ بارگاہِ سلطانی تھا۔ سلطان نے اسے ہدایت کی تھی کہ وہ قیدی کی خدمت میں حاضر ہو کر سلطان کا روا مال پیش کر کے منت و خوشامد اور لجاجت سے اس کو اس بات پر آمادہ کرے۔ کہ وہ سابقہ رنجشوں کو بھلا دے۔ قاصد نے قیدی کی بڑی تعظیم و تکریم کی اور اس کی دلجوئی میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ چھوڑا۔ آخر میں قاصد نے قیدی سے درخواست کی کہ وہ ذرا سلطان سے نیازمندی کے ساتھ مل لے۔ اور اس کی دست بوسی کرے تو معاملہ رفع دفع ہو جائے گا اور وہ اپنے سابقہ منصبِ جلیلہ پر فائز کر دیا جائے گا۔

یہ قیدی جو اپنی بے باکی، بے خوفی اور حق گوئی کی بنا پر اپنے خدا کی راہ میں قید و بند کی مصیبتیں اور صعوبتیں برداشت کر رہا تھا۔ شیخ عزالدین بن عبدالسلام تھے۔ جن کی علمی وجاہت اور عظمت یگانۂ روزگار تھی۔

شیخ عزالدین بن عبدالسلام ۵۷۸ھ میں دمشق میں پیدا ہوئے۔ اور انہوں نے اسی شہر کے نامور اساتذہ اور مشاہیر علماء سے تعلیم حاصل کی۔ ان کے اساتذہ اور مربیین میں فخرالدین بن عساکر علامہ سیف الدین اور حافظ ابو محمد القاسم بن عساکر جیسے متبحر اور نابغۂ روزگار اہلِ علم کے نام شامل ہیں ابنِ سبکی اور علامہ سیوطی کے بیانات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ شیخ عزالدین بن عبدالسلام نے ظاہری علوم و کمالات حاصل کرنے کے بعد باطنی دولت سے مالا مال ہونے کے لیئے امامِ طریقت شیخ شہاب الدین سہروردی اور شیخ ابوالحسن شاذلی سے بھی استفادہ کیا۔ اسی تعلیم و تربیت کا نتیجہ تھا۔ کہ ان کی ذات میں ایمان و یقین، اللہ پر بھروسہ، بے خوفی و شجاعت اور دنیا اور اربابِ دنیا کی بے وقعتی جیسے اوصاف اور کیفیات بڑی فراوانی سے جمع ہو گئی تھیں۔ جن کا ظہور ان کی پوری مجاہدانہ زندگی میں ہوتا رہا۔ شیخ عزالدین ۶۳۹ھ تک دمشق میں رہے۔ آپ نے درس و تدریس کے ساتھ ساتھ جامع اموی میں امامت کے فرائض بھی انجام دیئے۔ شیخ شہاب الدین ابو شامہ کے بیان کے مطابق شیخ عزالدین نے خرافات و بدعات کے ازالے اور تردید میں اپنی پوری قوت صرف کی نتیجے میں ان بدعات کا زور ختم ہوا جو اس زمانے میں رواج پا گئیں تھیں۔

آپ کی شخصیت اس وقت شام کی سب سے بڑی شخصیت تھی۔ آپ بڑے وجیہہ، بارعب باوقار اور خود دار تھے سلاطین وقت بھی ان کی عزت و تکریم کرتے تھے۔ ان کی خود داری اور استغنا کا یہ عالم تھا کہ کبھی کسی بادشاہ نے اپنے ہاں بلانے پہ اصرار کیا تو تشریف لے گئے۔ اور اسے ایسے مشورے اور نصیحتیں کیں جس میں اسلام اور مسلمانوں کی خیر خواہی اور بہبود کا مخلصانہ جذبہ کارفرما ہوتا تھا

اس وقت کے شام کے فرمانروا الملک الکامل نے دمشق کا عہدۂ قضا آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ شیخ نے کڑی شرائط کے ساتھ قبول کر لیا۔ اسی عرصے میں ایک مرتبہ آپ الملک الکامل کی طرف سے سفیر بن کر دربار خلافت بغداد بھی گئے

شیخ موصوف ۶۳۹ھ میں مصر تشریف لے گئے۔ اس وقت مصر پر سلطان الملک الصالح نجم الدین کی حکومت تھی۔ سلطان نے شیخ کی بڑی قدر و منزلت کی آپ کو جامع عمرو بن العاص کا خطیب بنایا۔ اور عہدہ قضاء پر مامور کیا اور ساتھ ہی ویران مسجدوں کی آبادی کا کام بھی آپ کے سپرد کیا۔ جب سلطان کے حکم سے مدرسہ صالحیہ تعمیر ہوا تو مذہب شافعی کی تعلیم بھی آپ کی ذمہ داری قرار پائی۔ آپ نے پوری توجہ اور لگن سے تعلیم اور اشاعت علوم کا فریضہ انجام دیا۔ جس سے خلق خدا نے بڑا فیض حاصل کیا۔

بے خوفی و بے باکی

اللہ کی محبت اور دین کی حمیت نے آپ میں بے باکی اور بے خوفی کے ساتھ حق گوئی کی ایسی جرأت اور ہمت پیدا کر دی تھی کہ آپ اظہار حق کے سلسلے میں کسی خوف اور خطرے کو دل میں ذرا جگہ نہ دیتے تھے اور خدا کی رضا کے مقابلے میں کسی کی ناپسندیدگی بالکل خاطر میں نہ لاتے تھے، ناراض ہونے والا خواہ کتنی ہی جاہ و حشمت اور رعب و دبدبہ کا مالک کیوں نہ ہو، شیخ عز الدین کی پوری زندگی ایسے واقعات سے بھری پڑی ہے کہ آپ نے سلطان وقت کے سامنے پوری جرأت اور بے باکی سے حق بات کہی اور اس امر کی قطعاً پرواہ نہ کی کہ اگر حاکم وقت ناراض ہو گیا تو کیا نتیجہ نکلے گا۔

سلطان الملک الاشرف فرمانروائے شام کو شیخ عز الدین سے کچھ غلط فہمی ہو گئی تھی اور وہ عرصے تک آپ سے ناراض رہا تھا۔ مرض الموت میں مبتلا ہوا تو اس نے اپنے سب سے بڑے عہدے دار کو شیخ کی خدمت میں یہ پیغام دے کر بھیجا کہ میں بیمار ہوں اور آپ عیادت کے لیے تشریف لائیں اور اپنی بابرکت دعاؤں، سود مند نصیحتوں سے نوازیں۔ شیخ عز الدین عیادت کو افضل عبادت قرار دیتے ہوئے الملک الاشرف کی بیمار پرسی کے لیے اس کے پاس تشریف

لے گئے۔ سلطان آپ کی تشریف آوری سے بہت خوش ہوا۔ آپ کے ہاتھوں کو بوسہ دیا۔ اس کے بعد سابقہ ناراضگی کی معافی طلب کر کے نصیحت کے لیے درخواست کی۔ شیخ نے فرمایا کہ سلطان کی آمادگی اور تقاضے کی وجہ سے نصیحت تو اب فرض ہو گئی ہے اس لیے نصیحت کے انداز میں شیخ نے کہا: "اے سلطان! آپ کی فتوحات اور دشمن پر غلبے کی ہر طرف دھوم ہے مگر حالت یہ ہے کہ تاتاری اسلامی ممالک میں بڑھتے چلے آ رہے ہیں اور ان کو ایسا کرنے کی جرأت اس لیے ہوئی ہے کہ آپ کو اس وقت اسلام کے دشمنوں اور مسلمانوں کے حریفوں سے مقابلہ اور جنگ کرنے کی فرصت نہیں۔ اس وقت آپ کی فوجوں کا رخ الملک الکامل والیٔ مصر کی طرف ہے جو آپ کا بڑا بھائی ہے اور قریبی رشتے دار ہے۔ آپ اپنا رخ اپنے بھائی کی طرف سے ہٹا کر اسلام کے دشمنوں کی طرف لیں اور اللہ کے دین کی مدد اور سربلندی کی نیت کر لیں۔ اگر آپ کو صحت ہو گی تو ہم امید رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو کفار پر غلبہ دے گا اور آپ کے نامۂ اعمال میں یہ سعادت لکھی جائے گی۔ اگر خدا کو کچھ اور منظور ہوا تو آپ اپنی نیت کی برکت کے ساتھ اس دنیا سے رخصت ہوں گے۔

سلطان الملک الاشرف نے آپ کی مخلصانہ نصیحت بڑی خوشدلی سے قبول کر لی۔ اور اسی وقت حکم دیا کہ فوج کا رخ مصر کے بجائے تاتاریوں کی طرف کر دیا جائے، چنانچہ اس حکم کی فوری تعمیل ہوئی اور لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ سلطان کا ارادہ اب تاتاریوں سے مقابلہ کرنے کا ہے۔ الملک الاشرف نے مزید نصیحت کی فرمائش کی تو شیخ نے فرمایا کہ آپ تو اس وقت بیماری کی حالت میں ہیں لیکن آپ کے نائبین اور حکومت کے اہل کار رنگ رلیوں میں مشغول ہیں۔ شراب کے دور چل رہے ہیں اور پوری بے خوفی سے گناہوں کا ارتکاب ہو رہا ہے۔ مسلمانوں پر نئے نئے ٹیکس اور محاصل عائد کیے جا رہے ہیں۔ اے سلطان! آپ یہ تمام گندگیاں دور کر دیں۔ نئے ٹیکس اور ظالمانہ کاروائیاں ختم کر دیں۔ خدا کے حضور پیش کرنے کے لیے آپ کے پاس یہ سب سے افضل عمل ہو گا۔ الملک الاشرف نے ان سب چیزوں کی ممانعت کے احکام جاری کر دیے۔ اور ان خیر خواہانہ نصائح پر شیخ کو دعائیں دیں۔

الملک الاشرف کے جانشین ملک صالح اسمٰعیل نے والیٔ مصر الملک الصالح نجم الدین ایوب کے خلاف فرنگیوں سے مدد طلب کی اور اس کے معاوضے میں صیدا اور ثقیف کے شہر اور کچھ قلعے ان کے حوالے کر دیے۔ اس اقدام نے فرنگیوں میں اتنی جرأت پیدا کر دی تھی کہ وہ دمشق میں آ کر ہتھیار خریدتے۔ شیخ عز الدین کو اصل صورتِ حال سے سخت صدمہ ہوا۔ چنانچہ آپ نے فتویٰ دیا کہ فرنگیوں کو اسلحہ فروخت کرنا حرام ہے۔

بادشاہ کی اس بے غیرتی اور اسلام کی اس بے بسی کا آپ کی طبیعت پر بڑا گہرا اثر تھا۔ آپ نے جمعہ کے خطبہ میں بادشاہ کے لیے دعا ترک کر دی۔ خطبہ کے بعد آپ بڑے جوش و خروش سے دعا کرتے کہ خدایا! اسلام اور اس کے داعیوں اور حامیوں کی مدد فرما اور دین کے دشمنوں اور ملحدوں کو ذلت و خواری نصیب کر۔ تمام مسلمان بڑی رقت اور خشوع و خضوع سے آمین کہتے سلطان کو اس واقعے کی اطلاع ملی تو آپ کی گرفتاری کے احکام صادر ہو گئے اور اس طرح شیخ ایک عرصے تک قید و بند کے مصائب جھیلتے رہے۔

مصر کے قیام کے دوران میں جب آپ قضا اور مہتمم مساجد کے مناصب پر فائز تھے۔ تو ایک مرتبہ فخر الدین عثمان نے ایک مسجد کی چھت پر طبل خانے کی عمارت بنوائی اور وہاں طبل و نقارہ بجنے لگا۔ فخر الدین اس وقت قصر شاہی کا مہتمم اور عملی طور پر مصر کی سلطنت کا ناظم اعلیٰ تھا۔ جب شیخ کو اس واقعے کی حقیقت معلوم ہوئی تو آپ نے فخر الدین کے اعلیٰ منصب اور اس کے سیاسی اثر و نفوذ کی پرواہ کیے بغیر اس طبل خانے کی عمارت گرا دینے کا حکم جاری کر دیا۔ اس پر عمل ہوا اور ساتھ ہی فخر الدین کو ایسا شخص قرار دے دیا جس کی شہادت ناقابل اعتبار ہے۔

حق کے لیے شیخ کی جرأت و بے باکی کا اندازہ اس واقعے سے بھی کیا جا سکتا ہے کہ عید کا دن تھا قلعے میں دربار شاہی لگا ہوا تھا۔ بادشاہ پوری آن بان سے تخت حکومت پر جلوہ افروز تھا مسلح فوج کے دستے دو رویہ کھڑے تھے۔ وزراء اور امرا باری باری حاضر ہوتے اور زمین بوس ہو کر آداب و تسلیمات بجا لاتے۔ اس بھرے دربار میں دفعتہً شیخ نے بادشاہ کو اس کا نام لے کر مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "ایوب! خدا کو تم کیا جواب دو گے جب پوچھا جائے گا کہ ہم نے تمہیں مصر کی سلطنت اس لیے دی تھی کہ شراب آزادی سے پی جائے؟ شاہ نے کہا۔ کیا یہ واقعہ ہے؟ شیخ نے بلند آواز سے کہا کہ فلاں مے خانے میں آزادی سے شراب فروخت ہو رہی ہے اور دوسرے ناقابل بیان گناہ ہو رہے ہیں لوگ تم یہاں بیٹھے عیش و عشرت میں مصروف ہو۔

بادشاہ نے کہا: جناب والا! اس میں میرا کوئی دخل نہیں، یہ میرے والد کے زمانے سے ہو رہا ہے اس پر شیخ نے فرمایا: کیا تم بھی ان لوگوں میں شامل ہونا چاہتے ہو، جن کا جواب ہوتا ہے کہ ہم تو اسی چیز کی پیروی کرتے ہیں جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔"

یہ بے باکانہ اور جرأت مندانہ تنقید سن کر بادشاہ نے مے خانہ بند کرنے کا حکم جاری کر دیا۔

مال و منام سے بے نیازی سلاطین اور اراکین سلطنت پر آپ کی بے لاگ تنقید اور ان کا بیباکانہ

احتساب کسی دنیاوی اور مادی فوائد کے حصول کی خاطر نہیں تھا۔ اس کے پیچھے صرف ان کی خیر خواہی اور اصلاح کا جذبہ کارفرما رہتا، دنیا اور متاعِ دنیا کی آپ کے نزدیک ذرہ برابر وقعت نہ تھی۔ قدرت نے بڑی فیاضی سے انھیں سیر چشمی اور استغناء کی نعمت ودیعت فرمائی تھی۔ دمشق میں جب آپ الملک الاشرف کی دعوت پر اس کو عیادت کے لیے لے گئے اور اس کی فرمائش پر آپ نے انھیں دنیا اور آخرت میں فائدہ پہنچانے والی نصیحتیں کیں تو رخصت کے وقت سلطان نے آپ کی خدمت میں ایک ہزار مصری دینار پیش کیے۔ آپ نے انھیں قبول کرنے سے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ ملاقات صرف اللہ کے لیے تھی۔ میں اس میں دنیا کی کوئی آمیزش نہیں کرنا چاہتا۔

مصر میں دورانِ قیام جب آپ نے فخر الدین عثمان کے مسجد کی چھت پر بنوائے ہوئے طبل خانے کو مسمار کر دیا اور اس کو ساقط الشہادت قرار دینے کا فرمان جاری کیا تو ساتھ ہی قضا کے عہدے سے استعفیٰ بھی پیش کر دیا۔ آپ کے جرأت مندانہ اقدام سے سلطان کی نگاہ میں آپ کی عزت اور وقعت میں کوئی کمی نہیں آئی۔

دمشق میں ایک سال بڑی گرانی کا آیا۔ باغات کی قیمتیں گر گئیں اور وہ بہت سستے بکنے لگے۔ شیخ کی اہلیہ نے آپ کو اپنا ایک طلائی زیور دیا کہ اسے فروخت کر کے گرمیاں گزارنے کے لیے ایک باغ خرید لیں۔ آپ نے زیور کی تمام قیمت غریبوں، مسکینوں، حاجتمندوں اور زاہدوں میں تقسیم کر دی۔ اہلیہ نے پوچھا آپ نے باغ خرید لیا۔ فرمایا: ہاں جنت میں۔ میں نے دیکھا لوگ بڑی تکلیف میں ہیں تو میں نے مصیبت زدہ لوگوں پر خرچ کر دی۔ یہ سن کر بیوی نے کہا: "اللہ آپ کو جزا دے۔"

مستجاب الدعوات

اللہ کے جو بندے اپنی خواہشات اپنے رب کی رضا کے تابع کر لیتے ہیں حق کی حمایت اور دین کی نصرت کے لیے ہر قسم کا ایثار اور قربانی پیش کرنے پر تیار ہو جاتے ہیں۔ بارگاہِ ایزدی میں انھیں محبوبیت اور تقرّب کا شرف حاصل ہو جاتا ہے۔ ان کی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ بندگانِ خدا ان کی نیک دعاؤں کی برکت سے فیض یاب ہوتے ہیں۔ شیخ عزّ الدین بن عبد السلام اپنے زہد و تقویٰ، تعلق باللہ اور خدمتِ خلق کی بنا پر اس بلند روحانی مقام پر فائز تھے عوام و خواص اور امراء اور سلاطین آپ کے مستجاب الدعوات ہونے کے معترف تھے۔ آپ سے دعا کے لیے درخواستیں کرتے اور آپ کی نیک دعاؤں سے دلی سکون حاصل کرتے تھے۔ آپ کے زمانہ میں فرنگیوں کی ریشہ دوانیاں جاری تھیں۔ ایک مرتبہ فرنگی فوجیں منصورہ تک پہنچ گئیں اور مسلمانوں پر انھوں نے غلبہ حاصل کر لیا۔ شیخ بھی جہاد میں شریک تھے۔ ابن سبکی کی روایت کے مطابق شیخ کی دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح دی۔ ہوا کا رُخ بدل گیا۔ فرنگیوں کے جہاز

ٹوٹ گئے اور اکثر فرنگی غرق ہو کر تباہ ہو گئے۔ جب سلطان صالح اسمٰعیل والئ دمشق نے فرنگیوں سے حلیفانہ تعلقات قائم کر لیے اور انھیں خوش کرنے کے لیے کچھ شہر اور قلعے بھی ان کے حوالے کر دیے تو شیخ نے سلطان کے اس فیصلے کے خلاف سخت احتجاج کیا۔ اور برسر منبر بڑے خشوع و خضوع سے دین کے حامیوں کے لیے نصرت کی دعا مانگی۔ سب مسلمانوں نے آمین کہی۔ سلطان نے شیخ کو گرفتار کر کے اپنے برابر والے خیمے میں قید کر دیا۔

سلطان صالح اسماعیل، سلطان الملک المنصور والئ حمص اور فرنگی سلاطین اپنی فوجیں لے کر الملک الصالح والئِ مصر کے خلاف جنگ کے ارادے سے بیت المقدس پہنچے۔ شیخ بھی قیدی کی حیثیت سے ہمراہ تھے۔ مصری فوجیں آئیں۔ سلطان صالح اسمٰعیل والئِ دمشق کو شکست فاش ہوئی۔ فرنگی فوجیں قتل و غارت ہوئیں۔ اور شیخ سلاقی سے مصر روانہ ہو گئے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے شیخ کی دعا کو شرفِ قبولیت بخشا۔

عوام کے اندر مقبولیت

شیخ علم و فضل میں یکتائے روزگار ہونے کے ساتھ بڑے فیاض اور کریم النفس اور مخیر تھے۔ انہی اعلیٰ اوصاف کی بدولت قدرت کی طرف سے آپ کی ذات پر جو خصوصی انعامات اور نوازشات ہوتی تھیں۔ ان میں سے ایک یہ تھی۔ کہ آپ کی عزت و محبت اور آپ کا وقار و احترام لوگوں کے دلوں کی گہرائیوں میں جگہ کر گیا تھا۔ اسی لیئے آپ کی ذات ستودہ صفات مرجع خلائق تھی۔ لوگ آپ کی سیرت و کردار اور آپ کے اعمالِ صالحہ اور اخلاقِ فاضلہ کے اتنے گرویدہ تھے۔ کہ وہ آپ کو اپنا مسلمہ دینی رہنما اور قائد تسلیم کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ اس زمانے کے سلاطین بھی آپ کی تنقید اور حق گوئی برداشت کرنے پر مجبور تھے۔

آپ کو الملک الاشرف کے جانشین صالح اسمٰعیل کی سیاسی پالیسیوں سے سخت اختلاف تھا۔ آپ نے اس کے اسلام اور مسلمانوں کو زک پہنچانے والے طرزِ عمل کی برسرِ عام مذمت کی۔ سلطان کو شیخ کی مخالفت گوارا نہ تھی۔ اس نے آپ کی خدمت میں قاصد بھیجا۔ اور معاملہ رفع دفع کرنے کی کوشش کی مگر شیخ اپنے حق و صداقت پر مبنی موقف پر ڈٹے رہے۔ آخر کار گرفتار ہوئے۔ سلطان نے شیخ کو اپنے قریبی خیمے میں رکھا۔ رات کو آپ قرآن مجید کی تلاوت کرتے۔ اور سلطان اپنے خیمے کے اندر سنتا رہتا۔ ایک رات سلطان نے اپنے حلیف فرنگی سرداروں سے کہا۔ قرآن مجید کی تلاوت کی جو آواز تم سن رہے ہو وہ مسلمانوں کے سب سے بڑے پادری کی ہے۔ وہ تمھاری وجہ سے مجھ سے ناراض ہے۔ میں نے جو شہر اور قلعے تمہارے حوالے کیئے ہیں۔ وہ اس پر معترض ہے۔ اسی لیئے میں نے اسے قید کر دیا ہے۔"

فرنگی سرداروں نے کہا اس پایہ کا پادری ہمارے ملک میں ہوتا تو ہم اس کے پاؤں دھو کر پیتے۔

اس واقعے سے جہاں ظاہر ہے۔ کہ سلطان صالح اسمٰعیل آپ سے اختلاف کے باوجود آپ کی علمی وجاہت اور علمی عظمت کا معترف تھا۔ وہاں فرنگی سرداروں کے دل بھی آپ کی پُرسوز تلاوت کی سحر آفرینی سے متاثر ہوئے بغیر رہ نہ سکے۔

مصر میں شیخ کی زندگی کا سب کا اہم اور حیرت انگیز واقعہ یہ ہے کہ آپ نے امرائے سلطنت کا نیلام کیا۔ جو شیخ کے نزدیک مسلمانوں کے بیت المال کی ملکیت تھے۔ اور جو ابھی تک شرعی طور پر آزاد نہیں ہوتے تھے۔

شیخ نے فتویٰ دیا کہ جب تک اُمرا شرعی طریقے پر آزاد نہ ہوں۔ یہ غلاموں کے حکم میں ہیں ان کے معاملات شرع کی رو سے درست نہیں۔ آپ کے فتویٰ کا عوام پر یہ اثر ہوا کہ انہوں نے ان سے معاملہ کرنے میں احتیاط برتنا شروع کر دی۔

یہ اُمرائے سلطنت نسلاً ترک تھے۔ اور مصر کی سلطنت کے نظم ونسق میں ان کا بڑا عمل دخل تھا۔ اور ان میں سے ایک نائب السلطنت بھی تھا۔

شیخ کے فتوے سے ان کے حلقے میں کہرام مچ گیا۔ اور انہوں نے شیخ سے دریافت کیا آپ کیا چاہتے ہیں ؟ آپ نے فرمایا ہم ایک مجلس میں تم سب کو بیت المال کی طرف سے نیلام کریں گے اور باقاعدہ تمہیں آزادی کا پروانہ دیں گے۔ اُمرا نے آپ کو اس ارادے سے باز رکھنے کی بڑی کوشش کی۔ مگر بے سود۔ آخر انہوں نے سلطان کی خدمت میں عرض کی۔ شیخ ہمیں برسر بازار نیلام کر کے ذلیل وخوار کرنا چاہتے ہیں۔

سلطان الملک الصالح نے شیخ کو اپنے پاس بلایا۔ اور امرائے سلطنت کے مسئلے پر اپنا فتویٰ واپس لینے پر زور دیا۔ مگر شیخ نے رجوع کرنے سے انکار کر دیا۔ دوران گفتگو سلطان کی زبان سے کچھ ایسے کلمات نکل گئے۔ جو آپ کے شایان شان نہ تھے۔

شیخ نے ناراض ہو کر مصر چھوڑنے کا ارادہ کیا۔ گھر تشریف لائے۔ سامان اور اہل خانہ کو ساتھ لے کر قاہرہ سے نکل پڑے۔ جب شہروں والوں کو شیخ کی روانگی کا علم ہوا۔ تو ان میں کہرام مچ گیا اور قاہرہ شہر کی مسلمان آبادی کا بیشتر حصہ آپ کے پیچھے ہو لیا۔ جن میں اہلِ علم، تجارت پیشہ اور صلحا بھی شامل تھے۔ سلطان کو جب اطلاع ہوئی۔ تو کسی نے اس سے کہا کہ شیخ عزالدین چلے گئے۔ تو کیا تمہاری سلطنت باقی رہے گی ؟ سلطان خود سوار ہو کر شیخ کے پاس پہنچا اور انہیں منا کر واپس لایا۔ طے یہ ہوا کہ اُمرائے سلطنت کا نیلام شیخ خود کریں گے۔

رعب و دبدبہ

جو اللہ کا ہو جاتا ہے۔ تو اللہ اپنے اس بندے کی شخصیت میں رعب و دبدبہ اور جلال و وقار کی ایک ایسی کیفیت پیدا کر دیتا ہے۔ جس کی وجہ سے اس کے دشمنوں کو اس کے مدِ مقابل آنے کی کم ہی جرأت ہوتی ہے۔ سامنے تو درکنار پیٹھ پیچھے بھی ان کے دل اس مردِ حق کی ہیبت سے دہلے رہتے ہیں۔

شیخ عزالدین بن عبد السلام نے اپنی پوری زندگی اعلائے کلمۃ اللہ کے لیئے وقف کر دی تھی قدرت نے اپنی غیبی تائید سے ان کی ذات کو نہایت ہی باوقار اور پُر رعب بنا دیا تھا۔

نائب السلطنت کو جب معلوم ہوا کہ سلطان بھی شیخ کا ہمنوا ہو گیا ہے۔ اب ہمارا نیلام عام ہو گا۔ تو وہ غصّے سے لال پیلا ہو گیا۔ اور کہنے لگا کہ شیخ کی کیا مجال کہ وہ ہمیں نیلام کرے۔ ہم حاکم ہیں۔ اور صاحبِ اقتدار ہیں۔ اس نے قسم کھا کر کہا کہ میں اپنی تلوار سے شیخ کا سر قلم کر دوں گا۔ نائب السلطنت ہاتھ میں ننگی تلوار لیئے اپنے فوجی دستے کے ساتھ شیخ کے گھر پہنچا۔

دروازہ کھٹکھٹایا۔ شیخ کا بیٹا باہر آیا اور نائب السلطنت کو اس حالت میں دیکھ کر گھبرایا اور اندر جا کر باپ سے صورتِ حال بیان کی شیخ نے بڑی بے پروائی سے کہا "بیٹا! تیرے باپ کی قسمت میں کہاں کہ وہ خدا کے راستے میں شہید کیا جاتا۔ یہ کہہ کر آپ باہر تشریف لائے۔ شیخ کو دیکھتے ہی نائب السلطنت پر لرزہ طاری ہو گیا۔ اور تلوار ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ اور رو کر آپ سے دعا کے لیئے درخواست کی۔ اور کہا کہ آقا آپ کیا کرنا چاہتے ہیں۔

آپ نے فرمایا! کہ "میں سب کو نیلام کروں گا اور فروخت کروں گا" اس نے پوچھا ہماری قیمت کس مد میں خرچ کریں گے۔ آپ نے فرمایا "مسلمانوں کی بھلائی اور فلاح کے کاموں پر۔ پھر نائبِ سلطنت نے دریافت کیا۔ کہ رقم کون وصول کرے گا؟ آپ نے فرمایا میں خود وصول کروں گا۔

اُس نے کہا "بہت اچھا۔"

چنانچہ شیخ نے ایک ایک کر کے سب امرآ کو بذریعہ نیلام فروخت کیا۔ شیخ ان کے اعزاز کے پیشِ نظر ان کے دام بہت لگاتے۔ اور بہت بولی پر ان کو فروخت کیا۔ اور قیمت وصول کر کے خیر کے کاموں میں صرف کی اور وہ آزاد ہو کر اپنے اپنے گھر گئے۔

طبقاتِ شافیعۃ الکبریٰ کے مصنّف فرماتے ہیں۔ کہ یہ واقعہ کسی اور کے سُننے میں نہیں آیا ایک عالم کی عظمت وہیبت اور اس کے رعب و دبدبہ کی انتہائی مثال ہے۔

شیخ کے زمانے میں تاتاریوں نے اسلامی ممالک پر یورشوں اور حملوں کا سلسلہ شروع کر دیا تھا

تاتاریوں سے مسلمانوں کی خوفزدگی اپنی انتہا کو پہنچی ہوئی تھی۔ انہی دنوں تاتاریوں نے مصر کا رخ کیا ان کی آمد کی خبر نے پورے ملک میں خوف وسراسیمگی اور اضطراب و بے چینی کی لہر دوڑا دی اس پریشانی کو یہ بات اور گہری گناہ بڑھا رہی تھی۔ کہ سلطانِ مصر اور اہلِ مصر میں تاتاریوں کا مقابلہ کرنے کی جرأت تھی نہ سکت۔

ان اندوہناک حالات میں شیخ عزالدین بن عبد السلام نے میدان میں آکر پُرعزم مجاہدانہ اور قائدانہ کردار ادا کیا۔ اور کہا کہ اللہ کا نام لے کر نکلو میں تمہیں فتح کی ضمانت دیتا ہوں۔ سلطان نے کہا کہ جنگی مصارف کے لیئے میرے خزانہ میں روپیہ کم ہے۔ میں سوداگروں اور تاجروں سے قرض لینا چاہتا ہوں۔ شیخ نے پوری جرأت سے کہا قرض لینے کی کیا ضرورت ہے۔ پہلے آپ اپنے محل کے جواہرات اور بیگمات کے زیورات پیش کریں۔ پھر ارکانِ سلطنت کی بیگمات کے زیورات لائے جائیں۔ ان کے سکے ڈھلوا کر لشکر میں تقسیم کیئے جائیں۔ پھر اگر ضرورت ہوئی تو قرض لیا جا سکتا ہے۔ شیخ کی ہیبت وسطوت کا یہ عالم تھا۔ کہ سب نے اپنی بیگمات کے زیورات اور قیمتی جواہرات بلاچون وچرا ان کی خدمت میں پیش کر دیئے۔ ان سے جہاد کے اخراجات پورے ہوئے۔ اور مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی۔

دربارِ خلافت بغداد میں آپ کا مقام

الملک الصالح والیِ مصر نے بارگاہِ خلافت میں ایک سفارت بھیجی۔ جب سفیر کو باریابی کا موقع ملا۔ اور اس نے سلطانِ مصر کا پیغام خلیفہ کو پہنچایا تو خلیفہ نے دریافت فرمایا۔ کہ پیغام تم نے سلطان کی زبان سے براہِ راست سنا ہے۔ یا کسی واسطہ سے سفیر نے عرض کیا کہ یہ پیغام میں نے مہتمم قصرِ شاہی فخرالدین کی زبان سے سنا ہے خلیفہ نے اس پیغام کو قبول کرنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ فخرالدین قابلِ اعتماد شخص نہیں کیونکہ شیخ عزالدین نے اسے ساقط الشہادۃ قرار دیا ہے چنانچہ سفارت واپس آئی اور سلطان کی زبان سے براہِ راست سُن کر دوبارہ دربارِ خلافت میں پہنچا۔

شیخ کے نزدیک علماء کے فرائض

شیخ کے نزدیک علمائے حق اللہ کی جماعت ہیں۔ اور اس کے دین کے لشکر اور مددگار ہیں۔ اس لیئے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر، بدعات اور گمراہیوں کی علانیہ مخالفت ان کا فریضہ ہے۔ اس سلسلے میں انہیں ہر طرح کے خطرات و شدائد برداشت کرنے چاہیں۔ علم اور زبان ان کے ہتھیار ہیں۔ جیسے بادشاہ کے ہتھیار تلوار اور انسان ہیں۔ جس طرح بادشاہ کے لیئے اپنے ہتھیاروں کو نیام میں

رکھنا جائز نہیں۔ اسی طرح علما کے لیئے ظالموں، گمراہیوں اور دین میں فساد اور بدعات وخرافات پیدا کرنے والوں کے خلاف اپنی زبان کو بند کر لینا بھی جائز نہیں۔ آپ فرماتے ہیں جو اللہ کو اپنے نفس پر ترجیح دے گا۔ اللہ اس کو دوسروں پر ترجیح دے گا۔ اور جو لوگوں کو ناراض کر کے لوگوں کو خوش کرنے کی کوشش کرے گا۔ اللہ اس سے ناراض ہو گا اور لوگوں کو بھی ناراض کر دے گا۔ شیخ عزالدینؒ بن عبدالسلامؒ کی پوری زندگی انہی نظریات اور عقائد کے مطابق بسر ہوتی نظر آتی ہے۔ آپ نے کسی خطرے کی پرواہ کیئے بغیر اعلانِ حق کا فریضہ ادا کیا اور اللہ تعالیٰ نے خوش ہو کر دنیا ہی میں انہیں محبوبیت کے اعلیٰ مقام پر سرفراز کر دیا۔

معاصرین کی نظر میں

شیخؒ کے اہلِ علم معاصرین نے آپ کی علمی عظمت اور دینی وجاہت کو بڑی فراخدلی سے خراجِ تحسین پیش کیا۔ علامہ ابن دقیق العید نے اپنی تصانیف میں شیخ کو سلطان العلماء کے لقب سے یاد کیا ہے۔ ۶۳۹ھ میں جب سلطان مصر تشریف لے گئے۔ تو وہاں کے مشہور عالم و مفتی اور کتاب الترغیب والترہیب کے مصنف حافظ عبدالعظیم المنذری نے فتویٰ دینے سے یہ کہہ کر معذوری ظاہر کر دی کہ جس شہر میں شیخ عزالدین بن عبدالسلام موجود ہوں وہاں کسی اور کو فتویٰ دینا مناسب اور درست نہیں شیخ جمال الدینؒ بن الحاجبؒ کی رائے میں شیخ عزالدینؒ کا علم فقہ میں درجہ امام غزالیؒ سے بلند ہے۔ آخر کار یہ آفتابِ علم و ہدایت ۹ جمادی الاوّل ۶۶۰ھ کو غروب ہو گیا۔ اس وقت مصر میں الملک الظاہر کی حکومت تھی۔ جو آپ کا بڑا قدر شناس تھا۔ آپ کی وفات پر اسے بڑا صدمہ ہوا۔

جنازے میں قاہرہ کے عامۃ المسلمین کے علاوہ امرائے حکومت، ارکان سلطنت اور شاہی فوجوں نے بھی شرکت کی سلطانِ مصر نے خود کاندھا دیا۔

شیخ کا جنازہ جب قلعے کے نیچے سے گزرا اور بادشاہ نے مخلوقِ خدا کا اژدہام دیکھا تو اپنے ایک معتمد سے کہا کہ یہ شخص مسلمانوں میں اتنا مقبول تھا کہ اگر یہ اشارہ کر دیتا تو میری سلطنت چلی جاتی۔ مجھے اب اپنی سلطنت کی طرف سے اطمینان ہے۔

وی پی آرہا ہے؛ جن معاونینِ کرام کا سالانہ زرِ تعاون ختم ہو چکا ہے ان کے نام پرچہ بذریعہ وی۔ پی بھیجا جا رہا ہے۔ جس کا وصول کرنا ان کا دینی، جماعتی اور اخلاقی فریضہ ہے۔ دفتر سے خط و کتابت کرتے وقت اپنے خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیجئے۔ بصورت دیگر تاخیر کا ادارہ ذمہ دار نہ ہو گا۔

(مینجر)